فکر و نظر............ اسلام آباد   جلد: ۴۴   شمارہ: ۳

پوسٹ مارٹم اور اس کا شرعی حکم

ڈاکٹر عصمت اللہ☆

پوسٹ مارٹم کا شرعی حکم بیان کرنے سے قبل اس کا معنی و مفہوم معلوم ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ہم پہلے اس کا مفہوم بیان کریں گے۔

پوسٹ مارٹم کا مفہوم:

الف: پوسٹ مارٹم لاطینی زبان کا لفظ ہے جو انگریزی میں مستعمل ہے اور اس کا لفظی مفہوم ہے ''موت کے بعد''۔ عربی زبان میں اس کے لیے ''^ãvm†Žiæ è%r ö] |†ª'' استعمال کیا جاتا ہے۔ Üv%ö] |†ª کا معنی ہے گوشت کو ہڈی یا عضو سے باریک اور لمبے لمبے ٹکڑوں کی شکل میں جدا کرنا۔ ^vm†Ži ànjö] |$ª: جب کوئی شخص انجیر کو چیر پھاڑ کر، دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھ دے۔ اسی سے عربی زبان میں بالخصوص اطباء اور میڈیکل کالجوں کے طلبہ کے درمیان معروف لفظ]]èu†ŽÛö]] ماخوذ ہے جو اس میز/ کمرہ یا اسٹیج کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو مُردوں کی چیر پھاڑ کے لیے مخصوص ہو۔ اسی سے ''علم التشریح'' (Anatomy) علم فطائف الأعضاء بھی ہے جو میڈیکل سائنس یا طبی علوم کی ایک معروف شاخ ہے۔ جس میں اجسام عضویہ کی ترکیب اور اعضاء کا باہمی تعلق، بیماری و صحت میں ان کی کیفیت، چیر پھاڑ کے ذریعہ معلوم کی جاتی ہے۔ اس لفظ]]xm†Žjö]] یا]]è%r ö] xm†Ži]] کا اصطلاحی مفہوم بھی اس کے لغوی مفہوم سے قریب تر ہے۔

ب: اصطلاحاً اس سے مراد ہے بعد از مرگ انسانی جسم کو چیر پھاڑ اور کھول کر معائنہ کرنا۔(۱)

پوسٹ مارٹم کی اقسام:

شرعی حکم سمجھنے میں آسانی کی خاطر یہ معلوم ہونا بھی مفید رہے گا کہ انسانی لاش کی چیر پھاڑ کی ضرورت کیا ہے اور یہ کام کس غرض اور مقصد کے لیے کیا جاتا ہے؟ اس لحاظ سے پوسٹ مارٹم کی چار اقسام عام طور مروج ہیں:

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

DMHL

(۱) تعلیمی پوسٹ مارٹم:

میڈیکل کالجوں اور پیشہ طب سے وابستہ طلبہ و طالبات جنہوں نے مستقبل میں مریضوں کا علاج کرنا ہوتا ہے یا جنہوں نے طب کی تدریس کرنا ہوتی ہے ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسانی جسم اور اس کے اعضاء کی اندرونی ساخت اور کام سے واقف ہی نہ ہوں بلکہ انہیں یہ بھی پتہ ہو کہ مختلف بیماریوں کے اثرات، ان کی ساخت اور کام پر کیا ہوتے ہیں؟ تاکہ وہ مریضوں کے علاج اور بالخصوص آپریشن اور سرجری کرتے ہوئے کسی ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہوں جو مریض کے لیے نقصان دہ یا جان لیوا ہو سکتی ہو۔ اس غرض کے لیے انسانی لاش کو کھول کر اس کے مختلف اعضاء اور حصوں کا معائنہ کرایا جاتا ہے۔ بالخصوص علم الامراض (Pathology) میں تخصص اور مہارت کا حصول، تعلیمی پوسٹ مارٹم کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔

(۲) امراض کی درست تشخیص کے لیے پوسٹ مارٹم:

اس کو ہم تشخیصی پوسٹ مارٹم بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہسپتالوں میں داخل مریض جب فوت ہو جاتے ہیں تو عموماً ڈاکٹر حضرات موت کا اصل سبب بننے والی بیماری معلوم کرنے کے لیے یا معلوم شدہ بیماری کے انسانی جسم اور اس کے مختلف اعضاء پر اثرات دیکھنے نیز ادویہ کے نتیجہ میں ہونے والے مختلف تغیرات اور تبدیلیوں کا معائنہ کرنے کے لیے مرنے والے انسان کی لاش کو کھول کر اس کا معائنہ کرتے ہیں۔ میڈیکل سائنس آج ترقی کے جس مرحلے پر پہنچ چکی ہے، اس میں تشخیصی پوسٹ مارٹم بے حد اہمیت کا حامل ہے۔

(۳) جرائم، قتل وغیرہ میں حقیقی سبب موت معلوم کرنے کے لیے عدالتی / قانونی پوسٹ مارٹم:

انسانی معاشرہ میں جرائم کا وجود ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جرائم اور ان کے اسباب و محرکات کا خاتمہ، مجرموں کی سرکوبی اور عدل و انصاف کا قیام ہمیشہ سے انسانیت کے مطلوب و محبوب مقاصد میں شامل رہے۔ جرائم کے اصل کرداروں تک رسائی اور بے گناہوں کی بریّت، جرائم کے خاتمہ، مجرموں کی سرکوبی اور انصاف میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور اسی سلسلہ میں پوسٹ مارٹم، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدلیہ کی مدد کرتا ہے۔

جرائم کی تفتیش میں پوسٹ مارٹم کی اہمیت کچھ مثالوں سے مزید واضح ہو جائے گی:

☆ ایک شخص کو سڑک پر گاڑی چلاتے ہوئے دل کا دورہ پڑا، جس سے گاڑی پر کنٹرول نہ رہا اور وہ

سڑک کے کنارے کھڑے ایک بے گناہ شخص پر جا چڑھی۔ گاڑی کی تباہی اور دو اشخاص کی موت کو دیکھنے والوں نے اسے محض حادثہ قرار دیا۔ پوسٹ مارٹم سے اصل حقیقت کھل گئی کہ دل کا دورہ پڑنے سے ڈرائیور کی موت واقع ہو چکی تھی اور کم از کم ڈرائیور کی موت ایکسیڈنٹ کا نتیجہ نہیں تھی۔

☆ ایک ایکسیڈنٹ میں پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا کہ ڈرائیور نے غیر معمولی مقدار میں شراب پی رکھی تھی۔

☆ معاشرہ میں ایک معروف اور با اثر شخصیت کا اچانک انتقال ہو گیا اور اس کے کئی حریفوں اور مخالفین نے سکھ کا سانس لیا۔ متوفی کے ورثاء اور متعلقین نے مخالفین پر الزام لگا دیا کہ انہوں نے متوفی کو اپنے راستہ کی رکاوٹ سمجھتے ہوئے آہستہ آہستہ (یا فوری) اثر کرنے والا زہر دے کر قتل کیا ہے۔ عدلیہ کے حکم پر لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان کے شکوک و شبہات یا الزامات صحیح نہیں تھے۔ متوفی دل کا دورہ پڑنے سے یا کسی اور وجہ سے اچانک انتقال کر گئے۔

☆ ایک قدرتی یا سازش کے تحت ہونے والے فضائی حادثے میں کئی نامور اور اہم، ملکی اور غیر ملکی، شخصیات کی موت ایسے واقع ہوئی کہ انسانی ڈھانچے، بکھرے ہوئے اعضاء اور گوشت کے لوتھڑے باہم مل گئے۔ کسی ایک لاش اور اس کے اجزاء و اعضاء کی شناخت ممکن نہ رہی تو ڈاکٹروں نے پوسٹ مارٹم اور طبی معائنہ کے ذریعہ لاشوں کی شناخت کر لی اور ایک ہی انسان کے بکھرے ہوئے اعضاء اور گوشت کے لوتھڑوں کو شناخت کر کے اکٹھا کر دیا۔ جس سے اس کے ورثاء اور متعلقین کو تدفین وغیرہ میں آسانی ہو گئی۔

☆ کسی دریا، نہر یا ڈیم میں تیرتی ہوئی ایک گلی سڑی لاش ملی۔ کیا متوفی ڈوب کر ہلاک ہوئے کہ تیرنا نہیں جانتے تھے یا قتل کے بعد کسی نے جرم چھپانے کے لیے لاش کو پانی میں ڈال دیا؟ متوفی نے خودکشی کے لیے خود نہر یا دریا میں چھلانگ تو نہیں لگائی؟ مرنے والے نے شراب یا منشیات کا استعمال تو نہیں کیا تھا؟ اسی طرح کے دیگر کئی سوالات کا جواب پوسٹ مارٹم رپورٹ سے مل سکتا ہے۔

ان صورتوں میں پوسٹ مارٹم کی غرض سے جسم کا دو طرح معائنہ کیا جاتا ہے۔ ظاہری اور اندرونی۔

(ا) ظاہری معائنہ: جس میں جسم کے ظاہری اعضاء، لباس اور کپڑوں کی حالت کہ یہ سلامت تھے یا

پھٹے ہوئے؟ جسم پر ظاہری چوٹوں اور زخموں کی تفصیل نیز یہ کہ وہ کسی تیز دھار آلے سے لگے ہیں یا نہیں؟ گلہ دبا کر یا پھندا ڈال کر تو نہیں مارا گیا؟ یا روڈ ایکسیڈنٹ میں موت واقع ہوئی؟ جسم پر کالے داغ دھبے ہیں یا نہیں؟ بالخصوص آنکھ کا معائنہ کیا جاتا ہے کہ متوفی اندھا تو نہیں تھا؟

(۲) اندرونی معائنہ: اندرونی معائنہ کی غرض سے میّت کا پیٹ، سینہ اور کھوپڑی کھول کر اور چیر پھاڑ کر اچھی طرح دیکھا جاتا ہے کہ پھیپھڑہ، دل، سانس کی نالی، نظام انہضام کی کیفیت کیا ہے؟ نیز سر کی کوئی ہڈی ٹوٹی تو نہیں ہے؟ حرام مغز کو دیکھتے ہیں اور عورت کی لاش کے معائنہ میں کبھی کبھی رحم (بچہ دانی) اور شرم گاہ کا معائنہ بھی کیا جاتا ہے۔

(۴) اعضاء کی پیوند کاری کے لیے پوسٹ مارٹم:

امریکہ و یورپ اور دیگر بے شمار غیر مسلم ممالک میں عموماً لوگ اپنی آنکھیں، دل، گردے، جگر، معدہ یا کوئی دیگر کار آمد عضو یا پوری لاش کسی ضرورت مند مریض، بلڈ بنک، آئی بنک، یا کسی ہسپتال اور میڈیکل کالج کو عطیہ کے طور پر دینے کی وصیت کرتے اور ایک کارڈ بطور ثبوت عطیہ ہمیشہ اٹھائے رکھتے ہیں۔ بعض اوقات مرنے والے نے خود وصیت نہیں کی ہوتی لیکن عزیز و اقارب اور ورثاء اس کا کوئی عضو یا پوری لاش ضرورت مند مریضوں یا تعلیمی اداروں کے حوالے کر دیتے ہیں تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ضرورت مندوں کو نئے اعضاء پیوند کئے جائیں اور طلبہ لاش پر طب سیکھیں۔ اور اب تو اکثر و بیشتر مسلم ممالک میں بھی انسانی اعضاء کی وصیت اور بعض اوقات بغیر وصیت کے قطع و برید کا رواج ہو چلا ہے۔

بالعموم جو پوسٹ مارٹم (Autopsies) کیے جاتے ہیں وہ انہی مذکورہ چار اغراض: (۱) تعلیم طب و جراحت، (۲) تشخیص امراض، (۳) معرفت مجرم وبرأت ملزم، (۴) پیوند کاری و منتقلی اعضاء کے نقطہ نظر سے ہوتے ہیں لیکن انسانی جسم یا لاش کی چیر پھاڑ کسی دیگر غرض و مقصد کے لیے بھی ہوسکتی ہے بلکہ ایسی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ لاش کو محض حیرت و استعجاب دور کرنے یا حقارت و نفرت اور غصہ و انتقام کی تشفی کی لیے چیرا پھاڑا گیا۔ مستقبل میں انسانی وطبی علوم کی ترقی کے نتیجہ میں مزید کئی اغراض و مقاصد ایسے سامنے آ سکتے ہیں جو بظاہر انسانی لاش کی قطع و برید کا تقاضا کرتے ہوں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن و سنت، اجماع، (اگر مذکورہ مسائل میں پایا جاتا ہو) اور قیاس نیز شرعی اصول و قواعد کی روشنی میں، ائمہ و فقہاء کی آراء اور فتاویٰ کو پیش نظر رکھ کر ان جدید مسائل کا تفصیلی مطالعہ کریں تاکہ عام مسلمانوں کے علاوہ بالخصوص ڈاکٹرز، میڈیکل سائنس کے طلبہ، ہسپتال اور طبی تعلیمی

ادارے اس سے مستفید ہو کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو پیش نظر رکھ سکیں۔

پوسٹ مارٹم کی مختصر تاریخ:

انسانی لاش کی چیر پھاڑ اور پوسٹ مارٹم کی تاریخ بھی قدیم ہے۔ موجودہ تاریخی ریکارڈ کے مطابق فراعنہ مصر اپنے بادشاہوں کی لاشوں کو چیر کر بھیجا، آنتیں، اوجھڑی وغیرہ نکال دیتے اور ان کی جگہ انسانی لاش کو محفوظ کرنے والا مواد رکھ دیتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مصر میں بعض فراعنہ کی حنوط شدہ لاشیں آج تک محفوظ اور عجائب گھروں کی زینت اور مرجع خلائق و نمونہ عبرت ہیں۔ انہی لاشوں میں فرعونِ موسیٰ منفتاح (اور اس کا تلفظ منیتلاح اور منفطہ بھی کرتے ہیں) بن رعمسیس ثانی (جو ۱۲۲۵ ق-م۔ میں مصر پر حکمران تھا اور اس کا تعلق فراعنہ مصر کے ۱۹ ویں حکمران خاندان سے تھا) کی لاش تقریباً پانچ ہزار سال بعد محفوظ اور موجود ہے اور ۲/ مئی ۱۹۰۰ء کو ایک ماہر آثار قدیمہ نے اس کے تابوت کو کھول کر دیگر ماہرین کے ساتھ اس کا معائنہ بھی کیا تھا۔ قرآن مجید نے اس کی محفوظ لاش ہی کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: ™Ê^Ôn Ýç ßÞ r Ôn fe ,Ôþ Ôj áçÔ àÛ ì ÔËx •èm﴿[۲] یعنی آج کے دن جب کہ باقی سب لشکری سمندر کی تہ میں غرق کر دیے گئے ہم تیرے بدن بلا روح کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والی انسانی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنا رہے۔[۳]

قدیم مصری فراعنہ کے علاوہ اہل یونان کے ہاں بھی انسانی لاشوں کی قطع و برید اور چیر پھاڑ کا ثبوت ملتا ہے۔ مشہور یونانی اطباء، ابو قراط (۴۶۰-۳۷۵ ق-م) جو طب انسانی کے موجد شمار ہوتے ہیں اور جالینوس (۱۳۰-۲۰۰ء) علم التشریح کے ماہرین میں سے تھے اور نظری علم کے ساتھ عملی مہارت بھی رکھتے تھے۔

قدیم چینی لٹریچر میں تذکرہ ملتا ہے کہ لگ بھگ زمانہ نبوت میں ایک اچانک فوت ہونے والے مرد کی لاش کو ایک چینی خاتون ''چنگ چی'' نے چیر پھاڑ کر بغور ملاحظہ کیا جس کے نتیجے میں وہ اس کے موت کا سبب معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئی۔[۴]

زمانہ نبوت میں عربوں میں دورِ جاہلیت کی انتقامی ذہنیت کے تحت انسانی لاشوں کی چیر پھاڑ جس کو عربی میں ''تمثیل'' یا ''مثلہ'' کہتے ہیں، کا رواج عام تھا اور دشمنوں کے خلاف شدتِ عداوت کی وجہ سے جذبہ انتقام کی تسکین کی خاطر قتل کرنے کے بعد لاش کی بے حرمتی کرتے ہوئے مختلف اعضاء کو کاٹ دینا، ناک، کان، آنکھیں نکال دینا، ہاتھ پاؤں یا گردن کو جسم سے کاٹ کر الگ پھینک دینا یا اندرونی اعضاء کو نکال کر کچا چبانا جنگوں میں عموماً ہوتا رہتا تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ کے چچا محترم سیدنا

حمزہؓ بن عبد المطلب کی لاش کی ہند بنت عقبہ، زوجہ سفیان کے ہاتھوں قطع و برید سیرت و حدیث کی کتب میں مشہور ہے۔(۵)

مسلم اطباء و ماہرین علم التشریح:

زمانہ نبوت و خلفاء راشدین نیز بعد کے زمانوں میں زندہ انسانوں کے جسموں سے بعض اجزاء و اعضاء کی علیحدگی اور کاٹے جانے کا ثبوت ملتا ہے اور اس کی وجہ عموماً امراض و علل ہوتی تھیں۔ جن کی بناء پر جسم کے بعض اطراف و اعضاء کو الگ کرکے باقی جسم کو محفوظ بنانا مقصود ہوتا تھا اور دوسری وجہ شرعی حدود کی تنفیذ تھی جس میں قصاص اور سرقہ و حرابہ میں انسانی جسم کے کچھ حصے بطور سزا کاٹ دیے جاتے ہیں۔ لیکن انسانی لاش کی چیر پھاڑ اور پوسٹ مارٹم کا کوئی واضح اور صریح ثبوت نہیں ملتا۔ بعض عملی قرائن ایسے ہیں جن کی بناء پر یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ مسلم اطباء نہ صرف علم التشریح اور وظائف الاعضاء یا علم الأمراض (Pathology) کا نظری علم رکھتے تھے بلکہ انہوں نے انسانی جسم کے اندرونی اعضاء اور ان کے باہمی تعلق کی ایسی دقیق تفصیلات بھی بیان کی ہیں جو عملی تجربہ اور مشاہدہ کے بغیر ممکن نہیں اور جنہیں جدید طبی تحقیقات نے بھی درست ثابت کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے قدیم طبی معلومات و نظریات کی تصحیح بھی کی ہے۔ بالخصوص جالینوس اور ابن سینا کے بعض نظریات پر جدید معلومات اور تجربہ کی روشنی میں تنقید کر کے ان کو غلط ثابت کیا گیا۔ کئی مسلم ماہرین علم التشریح کے متعلق یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ انہوں نے انسانی لاش پر عملاً قطع و برید کر کے اپنے نظری علم کو عملی تجربہ میں تبدیل کیا۔(۶)

پوسٹ مارٹم کا عملی تجربہ کرنے والے معروف اطباء و ماہرین میں:

☆ ابو بکر محمد بن زکریا الرازی، (ولادت ۲۵۱ھ=۸۶۵ء، وفات ۳۱۳ھ=۹۲۵ء)۔

☆ ابو علی الحسن بن عبد اللہ بن سینا بخاری ازبکستانی، (مولود ۳۷۰ھ=۸۹۰ء، متوفی ۴۲۸ھ=۱۰۳۷ء)، مدفون ہمدان، ایران۔

☆ علاء الدین ابوالحسن علی بن الحزم ''ابن نفیس'' القرشی، (ولادت ۶۰۷ھ=۱۲۱۰ء، وفات ۶۲۹ھ=۱۲۸۸ء)، مدفون دمشق۔

☆ عبد اللطیف البغدادی، (ولادت ۵۵۵ھ=۱۱۶۲ء، وفات:۶۲۹ھ=۱۲۳۱ء)۔ یہ طبیب کے ساتھ محدث اور فقیہ بھی تھے۔

☆ ابو القاسم خلف بن عباس الزہراوی، (ولادت ۴۲۲ھ=۱۰۳۰ء، وفات ۵۰۰ھ=۱۱۰۶ء)۔

شامل ہیں۔

علم التشریح کی اہمیت صرف علاج کے نقطہ نظر سے ہی نہیں بلکہ اس کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہ انسانی جسم اور نفس کے اندر اللہ تعالیٰ کی آیات کے مطالعہ و مشاہدہ کا ذریعہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿áçßÎçm Ýçïö l^m¤ èe]• àÚ &fm ^Úæ ÜÓÏ×ì ±Êæ﴾[۷] یعنی اے انسانو! تمہاری تخلیق و پیدائش اور زمین پر پھیلے ہوئے رینگنے والے جانداروں میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ مزید ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ±Êæ ànßÎçÛ×ö l^m• š …¢] ±Êæ™ áæ† ' fi ¡ Êœ ÜÓŠËÞœ﴾[۸] یعنی روئے زمین پر نیز تمہارے نفوس کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے۔ بات صرف ان نشانیوں کو چشم بصیرت و بصارت سے دیکھنے کی ہے۔ اسی لیے مشہور صاحب علم مالکی فقیہ امام ابن رشد القرطبی الأندلسی جو ماہر طبیب بھی تھے، فرماتے ہیں ''تشریح، یعنی جسم انسانی کی چیر پھاڑ، پوسٹ مارٹم وغیرہ میں جو شخص مصروف رہے گا اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان یقیناً پختہ اور بڑھ جائے گا۔''[۹]

فقہاء اسلام اور انسانی جسم اور لاش کی قطع و برید:

قدیم فقہاء اسلام اور فقہی مسالک کا موقف انسانی لاشوں کی چیر پھاڑ یا علم التشریح کے بارے میں کیا ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے دو چیزیں پیش نظر رہنی چاہئیں:

اول: یہ کہ فقہاء و محدثین نے کئی شرعی مسائل میں اپنی رائے کی صحت کے لیے بطور دلیل انسانی جسم وعضو کی قطع و برید سے حاصل ہونے والی معلومات کو پیش کیا ہے۔ یا کئی مسائل میں اطباء تشریح کی رائے پر انحصار و اعتماد کرکے کوئی شرعی استنباط کیا اور فتویٰ دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک انسانی جسم اور اعضاء کی چیر پھاڑ مطلقاً اور ہر حال میں حرام اور ممنوع نہیں تھی۔

ذیل میں چند مثالیں اس دعویٰ کی تائید و توضیح کے لیے پیش کی جا رہی ہیں:

۱) عبد اللطیف البغدادی مشہور طبیب ہونے کے ساتھ فقیہ اور محدث بھی تھے۔ انہوں نے جالینوس کے اس نظریہ کا رد کیا کہ انسان کا نچلا جبڑا دو ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک قبرستان میں لگ بھگ ایک ہزار انسانی کھوپڑیوں کا معائنہ کیا اور اپنے معائنہ سے حاصل ہونے والی معلومات کو واشگاف طور پر بیان کیا۔ ''ہم نے انسانی جبڑے کے نچلے حصہ کا جو مشاہدہ کیا ہے اس سے بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہڈی پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی جوڑ بالکل نہیں ہے۔''[۱۰]

۲) مشہور مالکی فقیہ اور فقہ کی معروف متداول کتاب ''بدایۃ المجتہد'' کے مؤلف امام ابو الولید محمد بن احمد بن رشدالحفید القرطبی الاندلسی جو یورپ میں (Averroes) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ طبیب اور فلسفی تھے جو عملاً طب کی پریکٹس کرتے تھے، اس پریکٹس کے نتیجہ میں ہی ان کا مشہور مقولہ ہے: ''تشریح اور جسم کی چیر پھاڑ کا کام کرنے والے لوگ اپنے عقیدہ اور ایمان باللہ میں پختہ ہوجاتے ہیں''۔(۱۱)

۳) مرد کا مادہ منویہ احناف(۱۲) اورمالکیہ(۱۳) کے نزدیک نجس اور نا پاک ہے۔ باقی دلیلوں کے علاوہ ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ چونکہ منی پیشاب کے راستے سے نکلتی ہے اس لیے پیشاب-جو کہ سب کے نزدیک ایک نجس ہے۔ کے قطروں سے آمیزش کی وجہ سے لازماً نجس ہو کر باہر نکلتی ہے۔

اس کے برعکس امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ منی کی نجاست کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ جو چیز انسان مکرم اور بالخصوص انبیاء کرام کا مادہ تخلیق ہو وہ ناپاک کیسے ہوسکتی ہے!(۱۴)

فقہاء شافعیہ نے احناف کی دلیل کہ منی پیشاب کے راستہ سے نکل کر آتی ہے، کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی کا آلہ تناسل چیرا گیا تو معلوم ہوا کہ منی اور بول کے راستے جدا ہیں اس لیے احناف کا استدلال درست نہیں۔(۱۵)

فقہاء شافعیہ کے اس رد کی صحت اور عدم صحت سے قطع نظر معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تشریح کے نتائج مسلمہ تھے اور ان پر انحصار و اعتماد کرکے انہوں نے اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی اور جدید طبِ تشریح نے احناف اور مالکیہ کا یہ موقف کہ منی پیشاب کے راستے نکلتی ہے۔ مرد کی حد تک درست ثابت کر دیا ہے۔ البتہ عورت سے متعلق شوافع کی یہ رائے کہ پیشاب اور منی کے راستے جدا ہیں، درست ہے۔

۴) انسانی جسم کے اندر جو اعضاء اللہ تعالیٰ نے دو دو کی تعداد میں جوڑی کی صورت میں پیدا کئے ہیں ان کو کاٹ دینے یا ضائع کردینے کے جرم کا ارتکاب کر بیٹھنے کی صورت میں اگر دونوں یعنی مکمل جوڑی ضائع ہو جائے تو مکمل انسانی دیت ادا کرنا لازمی ہے اور اگر جوڑی میں سے ایک ضائع کیا گیا ہو تو نصف انسانی دیت لازم ہو گی۔

البتہ جوڑی دار انسانی اعضاء میں سے آنکھ کا معاملہ علم التشریح کے حقائق کی بنیاد پر جدا ہے کہ جب کسی کی صرف ایک سلیم اور کام کرنے والی آنکھ ہو تو اس کے ضیاع کی صورت میں مکمل انسان کی

دیت لازم آتی ہے۔ اس کی وجہ ''علم التشریح'' سے ثابت شدہ یہ حقیقت ہے کہ ضائع شدہ آنکھ کی بینائی بھی باقی رہنے والی دوسری آنکھ میں عود کر آتی ہے، اس لیے کہ دونوں آنکھوں سے روشنی کا انعکاس جس پردہ بصارت پر ہوتا ہے وہ ایک ہی ہوتا ہے اور ایک آنکھ ضائع ہونے سے دوسری سے روشنی کی مقدار یا انعکاس کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔[۱۶]

دوم: فقہاء نے قدیم زمانہ میں پیش آنے والے بعض جزئیات اور مسائل میں ایسے فتاویٰ جاری کیے ہیں جو انسانی لاش اور جسم کی چیر پھاڑ کے متعلق جواز پر مبنی ان کی رائے صراحت سے بیان کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں ترتیب کے ساتھ ان فقہی جزئیات کے متعلق ان کی رائے اور استدلال پیش کرتے ہیں:

مردہ عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ

۱) حاملہ عورت کی وفات ہو جائے اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ ہو تو کیا کیا جائے؟ ہمیں اس مسئلہ میں دو فقہی آراء ملتی ہیں:

(الف): اول یہ کہ مرنے والی حاملہ خاتون کے پیٹ کو چیرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ اس لیے زندہ بچہ کو فطری راستہ سے نکالنے کی کوشش کی جائے اور اگر فطری طریقہ سے بچہ پیٹ سے باہر نہ آسکے تو یونہی چھوڑ دیا جائے اور انتظار کیا جائے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے تو پھر میّت کو دفن کیا جائے۔ یہ رائے امام مالک بن انس،[۱۷] مالکی فقہاء[۱۸] اور امام اسحاق بن راھویہ[۱۹] اور فقہاء حنابلہ[۲۰] نے اختیار کی ہے۔ اپنے موقف کے لیے انہوں نے احادیث رسول ﷺ اور عقلی دلائل سے استدلال کیا ہے:

- ☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''Ü¿Â †ŠÒ áž]ÜÛn kÒŠ†å unˆ'' کسی مردہ کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔[۲۱]
- ☆ اور بعض روایات میں جو مسند احمد میں آئی ہیں ''kÛn'' کی جگہ ''àÚ©Ú'' یا ''Ü×ŠÚ'' کے الفاظ آئے ہیں۔[۲۲]
- ☆ ایک دوسری، سیدہ عائشہ سے، موقوف روایت میں اس کی وضاحت آئی ہے: Ê±]¦$Ü[۲۳] یہی حدیث سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ جس میں سبب تشبیہ ''Ê±]¦$Ü'' بیان کیا گیا ہے۔[۲۴]

☆ یہ حدیث میّت کی ہڈیاں توڑنے کی ممانعت اور حرمت میں نص ہے اور میّت کو جلانے یا کسی دیگر طریقہ سے ضائع اور تلف کرنے کی حرمت و ممانعت پر بطریق اولی دلیل ہے۔

☆ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میّت کی بے حرمتی اور اہانت بھی ناجائز ہے۔ اگرچہ یہ عمل اس کی رضامندی اور اجازت سے ہی کیوں نہ کیا جائے۔(۲۵)

گویا: ۱) آدمی کا خود اپنی ہڈی توڑنا

۲) کسی زندہ آدمی کی ہڈی توڑنا

۳) کسی مردہ کی ہڈی توڑنا

۴) کسی کو اپنے مرنے کے بعد ہڈی توڑنے کی اجازت دینا، سب ممنوع ہیں۔

۲) سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: àÚ©Ûö] pƒœ óäi^nu ±Ê å]ƒªÒ äiçÚ±Ê(۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میّت کو بھی ایذا اور تکلیف پہنچانا اسی طرح منع اور حرام ہے جس طرح زندہ شخص کو اذیت اور دکھ دینا ممنوع ہے۔

۳) عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: ''اے قبر والے! قبر کے اوپر سے اتر جاؤ۔ تم قبر والے مدفون کو تکلیف نہ دو۔ وہ تمہیں اذیت نہیں دے گا۔''(۲۶)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ میّت کو زندہ لوگوں کے بعض افعال سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قبر پر بول و براز کرنے سے بھی منع فرمایا۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿ànßÚ©Ûö] áæƒ©m àm„ö]æ ^ßÚ©Ûö]æ l †nÇe ^Ú]çfŠjÒ] ‚ïÊ]çÚ×ju]]çÚ×ju ^Þ^jãe]ç×Ûju ^Û$žæ ^ßnfÚ﴾(۲۷) اور جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔ زندوں اور مردوں دونوں کو اذیت پہنچانے کا حکم بیان ہو رہا ہے اور عام ہے۔ زندوں کے ساتھ میّت کو بھی اذیت دینے کی ممانعت کو شامل ہے۔

۴) نبی کریم ﷺ کا طریقہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ جب بھی کسی کو لشکر یا اس کی ذیلی کمپنی -سریہ- کا امیر مقرر کرتے تو اس کو منجملہ دیگر ہدایات کے یہ بھی حکم دیتے:

’’Ÿ Ûi‰×ç]‘‘[۲۸] یعنی کسی کا مثلہ مت کرنا۔

سیدنا عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی مثلہ یعنی میّت کے ناک، کان اور دیگر اعضاء وغیرہ کاٹنے کی ممانعت روایت کی ہے۔[۲۹]

ان دونوں احادیث سے مثلہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور چونکہ پیٹ کاٹنا-بچہ نکالنے کے لیے مثلہ ہے اس لیے جائز نہیں۔

۵) ان مذکورہ احادیث کے علاوہ یہ عقلی استدلال بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ میّت کا احترام، تقدس ملحوظ رکھنا شریعت کا مسلمہ حکم ہے اور مردہ عورت کا پیٹ چیرنے میں ایک مسلمہ شرعی حکم کی خلاف ورزی ہے جو محض اس لیے کی جا رہی ہے کہ ایک غیر یقینی اور موہوم زندگی-پیٹ میں موجود بچہ/بچی کو بچایا جا سکے۔ جس کا بعد میں زندہ رہنا بظاہر غیر یقینی ہے۔ اس لیے شرعی قواعد کے مطابق ایسی غیر یقینی مصلحت کی خاطر منصوص اور مسلم احکام کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔[۳۰]

(ب) اس مسئلہ میں دوسری رائے فقہاء احناف[۳۱] فقہاء شافعیہ[۳۲] ابن حزم ظاہری[۳۳] امام شوکانی[۳۴] اور بعض مالکی[۳۵] اور کچھ حنبلی[۳۶] اہل علم کی ہے جو کہتے ہیں کہ حمل-مردہ ماں کے پیٹ میں موجود بچہ-کی زندگی کی صورت میں بذریعہ آپریشن بچہ کو نکالنا ضروری ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(ا) قرآن و حدیث میں بے شمار نصوص، آیات و احادیث آئی ہیں جن میں نفس انسانی کے وجود وتخلیق کے لیے اس کے جائز طریقے-نکاح اختیار کرنے کی ترغیب۔ وجود وتخلیق میں آنے کے بعد اس کی حفاظت کے لیے ضروری لوازم یعنی کھانا پینا، لباس، مکان اور نیند و آرام کا حکم، یہ لوازم مہیا کرنے میں فقر و فاقہ رکاوٹ ڈالے تو نان و نفقہ اور پرورش کے لیے احکام، نیز اپنی اور معاشرہ کی صحت و تندرستی کے لیے صفائی ستھرائی اور علاج و معالجہ کے احکام اور انسانی زندگی برقرار رکھنے کے لیے بوقت ضرورت و اضطرار کئی محرمات-خون، خنزیر، مردار وغیرہ-کا جواز اور ناحق قتل و خودکشی کی ممانعت اور قوانین قصاص و دیت اور حملہ آور سے اپنی جان، مال، عزت وآبرو کے تحفظ کا حکم اور بعض حدود کی تنفیذ میں اس لیے تاخیر و التوا کہ ایک معصوم جان-بچہ-کی زندگی بچ جائے۔ یہ سب احکام دے کر فرمایا کہ ﴿àÚ Øjî ^ŠËþ †nÇe Ëþ ‹ ææ ^ŠÊ•] ±Ê]¢… š ^ÛþªÓÊ Øjî]ß^Œ qÛnÃ^ àÚæ ^â^nuæ ^ÛþªÓÊ ^nuæ]ß^Œ qÛnÃ^﴿[۳۷] یعنی جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

یہ سب نصوص دلیل ہیں کہ انسانی جان کو بچانا اور اس کی حفاظت کرنا، شریعت کا مقصد ہے اور جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ مردہ ماں کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے تو اس کو آپریشن کے ذریعے نکال کر بچانا فرض اور شریعت کے مقصد سے ہم آہنگ اور مطابقت رکھنے والا فعل ہے اور مردہ ماں کو یونہی بچہ سمیت دفن کرنا گویا ایک معصوم جان کو جان بوجھ کر قتل کرنا بلکہ زندہ دفن کرنے کے مترادف ہے جو قطعاً اور یقیناً ناجائز ہے۔

(۲) مسلمہ شرعی قاعدہ ہے کہ جب آدمی دو نقصان دہ چیزوں/کاموں میں ایسا پھنس جائے کہ ایک کو کیے بغیر چارہ نہ رہے تو پھر کم نقصان دہ یا کم تر برائی کو اختیار کیا جائے گا۔ Ì ì œ gÖi†mZZ]Ö–†…màXX وmZZ í j^… œâçá]Öf×njnàXX! اس شرعی قاعدہ کی تفصیلات و جزئیات یہاں زیر بحث نہیں بلکہ اس کو ثابت شدہ اور مسلمہ قاعدہ سمجھتے ہوئے اس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں، یہاں دو باتوں میں سے ایک لازماً وقوع پذیر ہو گی اور بظاہر دونوں ہی نقصان دہ اور غلط ہیں۔ میّت خاتون کی حرمت اور تقدس پامال کرتے ہوئے اس کا پیٹ چاک کر کے معصوم بچہ کو بچانا، یا معصوم اور بے گناہ جان کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں دھکیلنا اور احترام میّت کو ملحوظ رکھنا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زندہ کی جان کے مقابلہ میں مردہ کی بے حرمتی کم تر ضرر یا برائی ہے۔ اس لیے کم تر برائی کا ارتکاب ضروری اور لازمی ہو جائے گا۔

(۳) محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی نابینا یا آنکھوں والا آدمی کسی کنویں یا گڑھے میں گر رہا ہو یا اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو نماز میں مشغول نمازی کو چاہئے کہ وہ اپنی نماز کو توڑ دے اور نامکمل چھوڑ کر فورا اس گرنے والے کو بچائے۔ نماز توڑنا گناہ اور منع ہے۔ جب زندگی بچانے کی خاطر گناہ کا ارتکاب کیا جا سکتا ہے تو پیٹ پھاڑ کر زندگی کیوں نہیں بچائی جا سکتی! بالخصوص آج کل کے زمانہ میں جب کہ آپریشن کے بعد پیٹ کو احترام کے ساتھ جدید آلات جراحی کے ذریعہ تقریباً اس کی سابقہ حالت میں سلائی کے ذریعہ لایا جاسکتا ہے۔[۳۸]

(۴) اگر بچہ کا کچھ حصہ طبعی طریقہ سے نکل آئے اور اس کے بعد ماں کی زندگی ختم ہو جائے تو سب کے نزدیک مردہ ماں کا جسم آپریشن کے ذریعہ چیرا جائے گا تاکہ بچہ کو نکال کر اس کو بچایا جا سکے۔ اسی طرح بچہ اگر ماں کے پیٹ میں ہو تو آپریشن میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے۔ بچہ کا زندہ ہونا اب معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں۔ طب اور سائنس اتنی ترقی کرچکی ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

ہماری نظر میں یہی دوسری رائے èßŠö]æ h^jÓö] oöž h†Î] ہے اور یہی درست بھی ہے۔ پیٹ کا آپریشن کرنے میں کوئی ہڈی نہیں ٹوٹتی کہ ß^nu å†ŠÓò knÛö] Ü¿Â †ŠÒž کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو نیز فقہاء کا یہ کہنا کہ طبعی اور فطری راستہ سے نکالنے کی کوشش کی جائے درست نہیں۔ اس میں قباحت یہ ہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ سے باہر نکالنے کے لیے ماں کے زندہ جسم میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی فطری قوت پیدا فرمائی ہے کہ اس کی غیر موجودگی یا کمزوری کی صورت میں بچہ کا از خود باہر آنا محال ہے۔ ماں کے جسم کی یہ قوت، موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اب اس حالت میں طبعی اور فطری راستہ سے کھینچ کر نکالنے کا نتیجہ بچہ کی موت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ آج کل طب اتنی ترقی کر چکی ہے کہ اگر بچہ چھ ماہ سے کم عمر کا بھی پیدا ہو جائے تب بھی مصنوعی آلات میں رکھ کر اس کو زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ ایک نقطہ نظر کے طور پر فقہاء مالکیہ، امام مالک اور حنابلہ کا مسلک نقل کر دیا ہے تاکہ ان کے طریق استنباط اور فہم کو سمجھا جا سکے ورنہ دلائل کی ساری قوت حنفیہ کے مسلک کے ساتھ ہے۔

میت کے پیٹ میں قیمتی مال

دوسرا مسئلہ جس سے پوسٹ مارٹم کے متعلق فقہاء کا نقطہ نظر سمجھنے میں مدد ملتی ہے وہ بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ یعنی مرنے والا اگر دوسرے شخص کی قیمتی انگوٹھی، ہیرا، سونا یا چاندی نگل لے اور موت ہو جائے تو فقہاء سے اس معاملہ میں تین قسم کی آراء منقول ہیں:

۱) جمہور فقہاء حنفیہ[۳۹] اور بعض مالکیہ[۴۰] کے نزدیک میّت کا پیٹ شق نہیں کیا جائے گا۔ نگلا ہوا مال اس کا اپنا ہو یا کسی دوسرے فرد کی ملکیت، کیونکہ چیرنا پھاڑنا ممنوع ہے بالخصوص انسانی جان اور لاش کی حرمت مال کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس لیے اس کا بہترین حل یہ ہے کہ اس جیسا مال مل سکتا ہو تو ٹھیک ورنہ قیمت کی ادائیگی میّت کے ترکہ میں سے صاحب مال کو کی جائے گی اور اگر میّت کا ترکہ نہ ہو اور دوسرا کوئی شخص میّت کی طرف سے ادائیگی کے لیے بھی تیار نہ ہو تو وہ آخرت میں ماخوذ ہو گا۔[۴۱]

۲) بعض حنفی فقہاء[۴۲] اور ابن حزم ظاہری[۴۳] اور امام شوکانی[۴۴] کے نزدیک میّت کا اپنا مال ہو یا کسی دوسرے فرد کی ملک ہو اس کا پیٹ بہر صورت چاک کیا جائے گا۔ چاہے مال تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ مال ضائع کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث کی ایک دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے مال ضائع کرنے کو اللہ تعالیٰ کی مکروہ اور ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے۔[۴۵] اور میّت کے پیٹ میں نگلا ہوا مال چھوڑ دینا اس کو ضائع کرنا ہی تو ہے۔ اس لیے مال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے میّت کا پیٹ بہرصورت چیرا جانا چاہئے اس کا جواز اس نے دوسرے کا مال ناحق نگل کر خود ہی مہیا کر دیا ہے۔

(۲) یہ تو اس صورت میں تھا کہ مال اس کا اپنا ہو اور اگر یہ مال کسی دوسرے کا ہے تو یہ ضیاع کے علاوہ اس پر حرام بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں: á¬ÊŽŽ •ÚÔñ^Ú ÜÓÖ]çÚœæ ÜÓn×Â ÜÓn]†u]ÝÝÝ[۴۶] تو بلاشبہ تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے کے لیے محترم اور حرام ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد خطبہ حجۃ الوداع کا حصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا مال اس کی رضامندی، خوشی اور اجازت کے بغیر حلال نہیں اور نگلنے والے نے بغیر اجازت یہ حرکت کی اس لیے اس نے حرام کا ارتکاب کیا اور صاحب مال کو اگر اپنا اصل مال بعینہ واپس مل سکتا ہو تو یہ اس کا حق ہے۔ وہی اصل مال بعینہ اس کو دیا جانا چاہئے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب میّت کا پیٹ چیر کر اس میں سے مال برآمد کیا جائے۔

(۳) پیٹ شق کرنے میں میّت کو کیا نقصان ہے؟ جب کہ اس سے مال کو ضائع ہونے سے بچایا اور صاحب حق کو حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ چیر پھاڑ کو دوبارہ سی کر اس کی بدنمائی ختم کی جا سکتی ہے۔[۴۷]

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میّت کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔ اس میں مانع نہیں ہو سکتا کیونکہ ہڈی نہیں توڑی جاتی۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو پیٹ کی چیر پھاڑ سے منع کرنا ہوتا تو آپ افصح العرب تھے صراحت سے اس کی ممانعت فرما دیتے۔ ہڈی توڑنے کا حکم اس عمل پر صادق نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص پیٹ چیرنے والے کے متعلق یہ شہادت دے کہ اس نے ہڈی توڑی ہے تو ایسا گواہ جھوٹا شمار ہوگا۔

(۴) میّت کا احترام حقوق اللہ میں سے ہے اور نگلا ہوا مال حقوق العباد میں سے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق اللہ کے حق پر مقدم ہے اور اگر حقوق العباد میں سے ہو جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال

ہے تب بھی زندہ آدمی کا حق مردہ کے حق پر مقدم ہے کیونکہ زندہ ضرورت مند ہے۔(۴۸) صحیح اور درست بات یہ ہے کہ انسانی لاش اور زندہ جسم میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق جمع ہو گئے ہیں۔ انسانی جسم میں اللہ اور جسم والے کا حق ہے اور لاش میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ ورثاء میّت کا بھی حق ہے۔ اس لیے دونوں حقوق کا پاس و لحاظ ضروری ہوگا۔

۳) جمہور فقہاء مالکیہ(۴۹)، شافعیہ(۵۰) اور حنابلہ(۵۱) اس معاملہ میں ذرا تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل کی بنیاد چونکہ مختلف ہے اس لیے ہم ذیل میں اس کو وضاحت سے پیش کرتے ہیں:

(الف) فقہاء مالکیہ کہتے ہیں: دار و مدار مال کی قلت و کثرت پر ہے۔ اگر مال کثیر نگلا گیا ہو تو لازماً پیٹ چاک کیا جائے گا قطع نظر اس سے کہ مال اس کا اپنا ہو یا کسی دوسرے کی ملکیت ہو۔ اگر اس کا اپنا مال ہو تو اس کو ضائع ہونے سے بچا لیا گیا جس کی ممانعت ہے اور اس کے ورثاء کا فائدہ بھی ہے کہ جن کا حق اس کے مرض الموت میں مبتلا ہوتے ہی اس کے مال میں ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگر مال کسی دوسرے کا ہو تو اس کو حق واپس کر کے ضرر و نقصان سے بچا لیا گیا اور میّت کا ذمہ بری ہوگیا اور ورثاء میّت کا ترکہ محفوظ ہوگیا کہ اس میں سے ہی ادائیگی ہونا تھی۔ اور اگر مال تھوڑا قلیل مقدار میں ہو تو اس کی خاطر میّت کی لاش کا تقدس پامال نہیں ہونا چاہئے۔(۵۲) اور علماء حنابلہ کے ہاں بھی ایک قول اس کی تائید میں ملتا ہے۔(۵۳)

(ب) بعض دوسرے مالکی فقہاء نیت کو شرعی حکم کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اگر اس نے کسی خطرہ سے بچنے یا اپنے علاج کی غرض سے مال نگلا تھا تو پھر پیٹ چیرنے کے لیے ضروری ہے کہ مال کثیر ہو۔ اور اگر اس نے کسی مذموم ارادے سے مثلاً اپنے ورثاء یا قرض خواہ کو اس کے حق سے محروم کرنے کی نیت سے نگلا ہو تو چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس کا پیٹ چاک کرنے میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔(۵۴)

(ج) شافعی فقہاء(۵۵) اور حنابلہ(۵۶) کا مذہب یہ ہے کہ اس بنیاد پر فیصلہ ہونا چاہئے کہ مال اس کا اپنا تھا یا کسی دوسرے فرد کی ملکیت تھا۔ مال میّت کی ملک ہونے کی صورت میں شافعیہ کے نزدیک دو قول ہیں:

پہلا یہ کہ پیٹ چاک کیا جانا چاہئے کیونکہ موت کے ساتھ ہی وہ مال اس کا اپنا نہیں رہا بلکہ وارثوں کی ملکیت بن کر گویا دوسرے کا مال بن گیا۔(۵۷)

لیکن سوال یہ ہے کہ جو مال خرچ ہو چکا ہو کیا وہ بھی وارثوں کو منتقل ہو گا؟ بظاہر یہی لگتا ہے کہ

صرف شدہ غیر موجود مال بھی ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو گا اسی لیے تو پیٹ چیرنے کا سوال درپیش ہے۔

شافعیہ کا دوسرا قول(۵۸) جو ان کے نزدیک اولی اور راجح ہے اور حنابلہ کا معتمد مذہب(۵۹) بھی یہی ہے کہ پیٹ چاک نہیں کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ اس نے اپنی زندگی میں اپنے مال میں بقائمی ہوش و حواس تصرف کیا ہے بالکل ایسے جس طرح وہ اس مال کو نگلنے کی بجائے تلف کر دیتا۔ البتہ ضیاع سے بچانے کے لیے جب میّت کی لاش گل سڑ جائے اس وقت قبر کھول کر یہ مال نکال لیا جانا چاہئے۔

البتہ حنابلہ کے نزدیک یہ صورت اس سے مستثنیٰ ہو گی کہ میّت کے ذمہ کسی کا قرض تھا۔ ایسی صورت میں خود اس کی اپنی مصلحت اس میں ہے کہ جلد از جلد اس کے ذمہ سے قرض کا بوجھ اتارا جائے(۶۰) اور اگر مال کسی دوسرے فرد کی ملکیت تھا تو شافعیہ کا مشہور(۶۱) قول یہ ہے کہ جب مالک مطالبہ کرے تو پیٹ چاک کر کے اس کا مال اس کو واپس لوٹایا جائے اور اگر کوئی شخص یا وارث یہ مال یا اس کی قیمت اپنے ذمہ لے لے تو ٹھیک ہے ورنہ میّت کا پیٹ چاک کر کے مال نکالا اور لوٹایا جائے گا۔

بعض شافعیہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد، میّت کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا، کو سامنے رکھ کر اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جب زندہ کی ہڈی توڑنا اور پیٹ چاک کرنا درست نہیں تو مّیت کا پیٹ چاک کرنا بھی درست نہ ہو گا۔

اس کے برعکس حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ اس نے بغیر اجازت نگلا ہو اور اس کے ترکہ سے ادائیگی نہ ہو سکے اور کوئی صاحب خیر رضا کارانہ اپنے ذمہ نہ لے تب پیٹ چاک کر کے مالک کا حق ادا کیا جائے گا۔

حنابلہ کے ہاں ایک دوسرا قول بھی ہے کہ اگر ایک معصوم بچہ کی زندگی کی خاطر پیٹ چاک کرنا جائز نہیں تو مال کی خاطر بطریق اولی جائز نہ ہو گا کیونکہ مالک کی اجازت سے نگلا ہو تو بات صاف واضح ہے اور اگر بغیر اجازت نگلا ہو تو میّت کی لاش کے گلنے سڑنے کا انتظار کیا جائے گا اس کے بعد قبر کھود کر مال اس کے مالک کو لوٹایا جائے گا۔(۶۲)

مال نگلنے کی صورت میں پیٹ چاک کرنے کے مسئلہ میں فقہی آراء معلوم ہو جانے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مسئلہ میں چونکہ کئی شرعی اصول بیک وقت منطبق ہوتے ہیں اس لیے جس نے

میّت کے احترام اور تقدس کو پیش نظر رکھا اس نے اس کو مال کی حرمت پر مقدم کر کے پیٹ چاک کرنے کی ممانعت کر دی اور جس نے حقوق العباد کو پیش نظر رکھا اور ضیاع مال کی حرمت پر نگاہ رکھی اس نے لازماً پیٹ چاک کرنے کو اپنا مسلک بنایا اور جس نے میّت اور مال دونوں کے احترام اور تقدس کو پیش نظر رکھا اس نے تفصیل بیان کی۔

ہماری رائے میں مال کی خاطر میّت کا پیٹ چاک نہیں کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ مال صرف حق العباد ہے اور صرف بندہ کا حق اس کے مقابلہ میں کم تر درجہ رکھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور بندہ دونوں کے حق جمع ہو جائیں اور میّت کی لاش میں دونوں حقوق جمع ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے علاوہ اس کی لاش پر ورثاء کا بھی حق ہے۔ بے حرمتی سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور شرعی قاعدہ یہ ہے کہ XI¼ÏÊ ^Ûâ‚uœ Ðu änÊ á^Ò ^Ú o×Â ‚fÃÔ] Ðuæ ä×Ô] Ðu änÊ á^Ò ^Ú Ý‚Ïmž یعنی اللہ تعالیٰ اور بندہ کے حقوق جہاں جمع ہو جائیں وہ اس سے اولیت اور ترجیح کے قابل ہو گا جس میں صرف ایک حق، اللہ تعالیٰ یا بندہ، کا ہو۔ لیکن حق دار کا حق بھی تلف نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے ہماری رائے میں اگر حق والا معاف کر دے یا کوئی رضاکارانہ اپنے ذمہ لے لے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا مستحق ہو گا بصورت دیگر لاش کے گلنے سڑنے کا انتظار کیا جائے اس کے بعد قبر کھود کر اصل مال، مالک کے حوالے کردیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کنویں میں ڈوبنے والے کی لاش ٹکڑے کر کے نکالنا:

تیسرا مسئلہ جس سے ہمیں پوسٹ مارٹم وغیرہ کے متعلق فقہاء کا نقطہ نظر سمجھنے میں مدد ملے گی حنبلی فقہاء کی کتب[۶۳] میں ذکر ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص گہرے پانی یا کنویں میں ڈوب کر ہلاک ہو جائے تو اس کی لاش نکالنا شرعاً ضروری ہے تا کہ اس کے غسل، کفن اور تدفین وغیرہ کے شرعی احکام کی تعمیل ہو سکے۔ اس لیے اگر اس کی لاش قطع و برید اور مثلہ وغیرہ کے بغیر پوری عزت و احترام کے ساتھ نکالنا ممکن ہو تو اس کو ملحوظ رکھ کر نکالی جائے گی اور اگر پوری لاش نکالنا ممکن نہ ہو یا ٹکڑے کیے بغیر نہ نکالی جاسکے تو:

۱) اگر اس کنویں اور پانی وغیرہ کی ضرورت نہ ہو تو اس کو اوپر سے مٹی وغیرہ ڈال کر بند کر دیا جائے تا کہ لاش زمین میں دفن ہو جائے اور یہی اس کی قبر ہو گی۔

۲) اور اگر بستی کے باشندے یا اس راستہ کے مسافر اس کنویں کے پانی کے محتاج ہوں تو بہر صورت لاش کو لوہے کی کنڈیاں (وغیرہ) استعمال کر کے نکالا جائے گا چاہے اس سے اعضاء الگ

ہو جائیں۔ اس لیے کہ یہاں کئی حقوق جمع ہو گئے ہیں۔ بستی والے اور مسافر راہ گیر پانی کے ضرورت مند ہیں اور یہ ان کا حق ہے کہ ان کی زندگی کے لیے لازمی عنصر حیات جو دستیاب ہے اس کو یوں بلا مقصد بند یا ختم نہ کیا جائے اور میّت کے احترام اور اس کے ورثاء کے احساسات غم کا تقاضا یہ ہے کہ شرعی احکامات جو عمومی حالات کے لیے ہیں ان کے مطابق اس کی تکفین و تجہیز اور تدفین کا اہتمام کیا جائے اور ان دونوں حقوق کی بقدر امکان رعایت کرتے ہوئے بہترین صورت یہی ہو سکتی ہے کہ لاش کو مزید گلنے سڑنے اور متعفن ہونے سے بچانے کی خاطر بہر صورت نکالا جائے اور پانی کے کنویں کو زندہ انسانوں کی زندگی کی حفاظت کے لیے بحال اور محفوظ رکھا جائے کیونکہ زندہ لوگوں کی زندگی کی حفاظت میّت کے احترام پر مقدم ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پوری دنیا کا زوال و تباہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کی جان لینے کے مقابلہ میں زیادہ ہلکی اور معمولی ہے۔ (۶۴)

ہم نے بطور مثال فقہاء کا موقف معلوم کرنے کے لیے صرف چند مسائل اور فقہی جزئیات کا تذکرہ کیا ہے۔ مزید محنت اور کوشش سے ایسے کئی مسائل مل سکتے ہیں جن میں متقدمین و متأخرین فقہاء نے ایسی آراء اختیار کی ہیں جن میں بظاہر میّت کی لاش کی بے حرمتی نظر آتی ہے لیکن درحقیقت ایسی نیت نہیں تھی اور استثنائی حالات میں فقہاء نے غیر معمولی اور استثنائی فتویٰ دیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ پوسٹ مارٹم اپنی موجودہ شکل اور مقاصد کے لحاظ سے ایک نیا مسئلہ ہے، اس کی ابتدائی شکلیں قدیم فقہاء کے زمانہ میں وقوع پذیر ہوتی رہی ہیں مثلاً مردہ خاتون کے پیٹ میں زندہ بچہ، مردہ انسان کے پیٹ میں قیمتی مال اور کنویں میں گری ہوئی انسانی لاش کو نکالنا، اور فقہاء نے ان جزئیات کا شرعی حکم بیان کر دیا ہے، البتہ تعلیمی، عدالتی اور تشخیصی مقاصد کے لیے پوسٹ مارٹم جدید میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجہ میں سامنے آیا ہے اور چونکہ درج بالا اغراض و مقاصد شریعت کی نظر میں معتبر مقاصد ہیں، اس لیے ہماری رائے کے مطابق ان مذکورہ اغراض و مقاصد کے لیے پوسٹ مارٹم میں کوئی حرج نہیں۔

مراجع ومصادر

۱۔ مجمع اللغة العربية: المعجم الوسیط۱/۴۸۰، القاهرة، طبعة تهران۔

۲۔ یونس:۹۲.

۳۔ ملاحظہ ہو: التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج ۲۵۴/۱۱-۲۶۱ تأليف وهبة الزحيلى. ط ۱ بيروت۔ نیز الجواهر في تفسير القرآن الكريم ۷۸/۶ تأليف: طنطاوي جوهري ط.۲ ۱۳۵۰ھ القاهرة.

۴۔ دیکھئے عربی اخبار "الوفد" القاهرة. شمارة ۲۴ جنوري ۱۹۸۸م مطابق ۵جمادي الثاني ۱۴۰۸ھ. بحواله علم التشريح عند المسلمين . ص۷. تأليف الدكتور محمد علي البار. ط.۱. الدار السعودية جدة. ۱۴۰۹ھ=۱۹۸۹م.

۵۔ ابن الأثير، عزالدين، ابوالحسن، على بن محمد الجزري (۵۵۵-۶۳۰ھ): اسد الغابة ۵۱/۲-۵۵، تحقیق: محمد ابراهيم البناء، محمد احمد عاشور، و محمود فايد، طبعة الشعب، القاهرة.

۶۔ ملاحظہ ہو: علم التشريح عند المسلمين ص ۱۵-۲۴.

۷۔ الجاثيه: ۴.

۸۔ الذاريات: ۲۰-۲۱.

۹۔ ملاحظہ ہو: علم التشريح عند المسلمين ص۸.

۱۰۔ ملاحظہ ہو:الطب عند العرب والمسلمين، تاريخ ومساهمات. ص ۹۹-۱۰۳ تأليف: الدكتور محمود الحاج قاسم.الدار السعودية للنشر جدة ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷م.

۱۱۔ ملاحظہ ہو: علم التشريح عند المسلمين. ص ۱۵-۳۳.

۱۲۔ الكاساتى، ابوبكر علاء الدين (المتوفى: ۵۸۷ھ) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۶۰/۱، دارالكتاب العربى، بيروت، ۱۹۸۲م الطبعة الثانية۔

۱۳۔ ملاحظہ ہو: ابن رشد الحفيد، ابو الوليد محمد بن احمد: بداية المجتهد و نهاية المقتصد ۱/۷۱-۷۲

۱۴۔ نووی: ابو زكريا محى الدين يحيى بن شرف النووى المجموع ۱/۲۴۴، تحقيق محمد نجيب المطيعى.

۱۵۔ ملاحظہ ہو، نووی: المجموع شرح ا لمهذب ۵۰۸/۲

۱۶۔ القرافي، شهاب الدين، ابو العباس الصنهاجي: الفروق ۱۹۱/۳، دارالمعرفة، بيروت، بدون تاريخ۔

۱۷۔ ملاحظہ ہو: المدونة الكبرى ۱/۱۹۰ لإمام دار الهجرة مالك، رواية سحنون ط.۱. مطبعة السعادة مصر ۱۳۲۳ھ.

۱۸۔ الخرشي محمد المالكى: الخرشي على مختصر سيدى خليل ۱۴۵/۲ دار صادر بيروت

الدسوقي: محمد عرفه (؟؟-۱۲۳۰ھ) حاشية الدسوقي على الشرح الكبير ۱/۴۷۴ دارالفكر، بيروت، الأجزاء: ۴، تحقيق: محمد عليش.

۱۹۔ ابن قدامة عبدالله بن احمد بن قدامة المقدسي ابو محمد (۵۴۱-۶۲۰ھ) المغنى في فقه الإمام احمد بن حنبل الشيباني مع الشرح الكبير ۴۱۳/۲، دارالكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولى، عام ۱۳۹۲ھ۔

۲۰۔ البهوتي منصور بن يونس بن إدريس (۱۰۰۰ھ-۱۰۵۱ھ) كشاف القناع عن متن الإقناع ۱۴۶/۲، مكتبة النصر الحديثة، الرياض، الأجزاء: ۶، تحقيق: هلال مصيلحى مصطفى هلال.

البهوتى منصور بن يونس بن إدريس (؟-؟) شرح منتهى الإرادات ۱/۳۵۷، طبعة المكتبة السلفية، بدون تاريخ۔

المرداوي على بن سليمان المراداوي أبو الحسن (٨١٧–٨٨٥هـ) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الإمام احمد بن حنبل ٥٥٦/٢ مطبعة السنة المحمدية مصر، الطبعة الأولى ١٩٥٥م، ١٠ أجزاء تحقيق: محمد حامد الفقى۔

۲۱۔ ابو داود، سليمان بن الأشعث ابو داود السجستاني الأزدي (٢٠٢–٢٧٥هـ) سنن ابى داود، الجنائز، باب الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان حديث: ٣٢٠٧ دارالفكر، الأجزاء: ٤، تحقيق: محمد محي الدين عبدالحميد.

ابن ماجه محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني (٢٠٧–٢٧٥هـ) سنن ابن ماجه، الجنائز، باب النهى عن كسر عظام الميت الحديث: ١٦١٦، دارالفكر، بيروت، الأجزاء:٢، تحقيق: محمد فواد عبدالباقى.

احمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني (١٦٤–٢٤١هـ) مسند الإمام احمد بن حنبل ١٠٥/٦ المكتب الإسلامي، بيروت، الأجزاء: ٦

۲۲۔ **مالک بن انس، الموطأ، الجنائز، باب ماجاء في الاختفاء، الحديث: ۴۵، تحقيق وتخريج و ترقيم: محمد فواد عبدالباقي، طبعة عام ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۵م بدون ذكر الناشر۔**

۲۳۔ الصنعاني أبوبكر عبدالرزاق بن همام الصنعاني (١٢٦–٢١١هـ) المصنف ٤٤٤/٣، باب كسر عظم الميت الحديث: ٦٢٥٦، ٦٢٥٨، المكتب الإسلامي، بيروت، ١٤٠٣هـ الطبعة الثانية، الأجزاء: ١١ تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي.

۲۴۔ **ملاحظہ ہو**: كشاف القناع ١٤٣/٢.

۲۵۔ ابن ابي شيبة ابوبكر عبدالله بن محمد بن أبى شيبة الكوفي (١٥٩–٢٣٥هـ) المصنف في الأحاديث والآثار/ مكتبة الرشد، الرياض ١٤٠٩هـ الطبعة الأولى، الأجزاء: ٧، تحقيق: كمال يوسف الحوت.

۲۶۔ الطبراني، سليمان بن احمد بن ايوب ابو القاسم الطبراني (٢٦٠–٣٦٠هـ) المعجم الكبير/ مكتبة العلوم والحكم، الموصل، ٤٠٤هـ=١٩٨٣م الطبعة الثانية، الأجزاء: ٢٠ تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفى۔

الحافظ الهيثمي، نور الدين على بن ابى بكر (٧٣٥–٨٠٧هـ) مجمع الزوائد و منبع الفوائد ٦١/٣ طبعة ثالثة عام ١٩٨٢م، بدون ذكر الناشر، بيروت۔

۲۷۔ الأحزاب: ٥٨.

۲۸۔ مسلم بن الحجاج ابو الحسين القشيري النيسابوري (٢٠٦–٢٦١هـ) صحيح مسلم / دار إحياء التراث العربى، بيروت، الأجزاء:٥ تحقيق: محمد فواد عبدالباقي۔

۲۹۔ البخارى، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفى (١٩٤–٢٥٦هـ) الجامع الصحيح المختصر / دار ابن كثير، اليمامة، بيروت، ١٤٠٧هـ=١٩٨٧م الطبعة الثالثة، الأجزاء: ٦، تحقيق: د۔ مصطفى ديب البغا.

۳۰۔ **ان دلائل کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو**: المغنى مع الشرح الكبير ٤١٣/٢–٤١٤. كشاف القناع ١٤٦/٢ حاشية الدسوقي على الشرح الكبير ٤٢٩/١.

۳۱۔ **کاسانی: بدائع الصنائع ۱۳۰/۵**، ابن عابدين محمد امين (؟–؟) حاشية ابن عابدين المسمى رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار/ دارالفكر، بيروت ١٣٨٦هـ الطبعة الثانية، الأجزاء: ٦۔

الشيخ نظام السهالوي و جماعة من العلماء: الفتاوى الهندية في مذهب الإمام أبي حنيفة النعمان ١١٣/١ و

۳۶۰/۲، طبعة مصورة عن طبعة بولاق الثانية عام ۱۳۱۰ھ و بذيله فتاوى قاضى خان و الفتاوى البزازية.
۳۲۔ نووی: *المجموع ۳۰۲/۵*، الشربيني محمد الخطيب الشربيني (؟-؟) مغنى المحتاج إلى معرفة معاني الفاظ المنهاج ۲۰۷/۱ دارالفكر، بيروت، الأجزاء: ٤

الرملي، شمس الدين محمد بن ابى العباس، أحمد بن حمزة بن شهاب الدين (؟-۱۰۰٤ھ) نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج ۳۹/۳ الناشر: المكتبة الإسلامية لصاحبها: رياض الصلح بدون بقية المعلومات.

۳۳۔ابن حزم على بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري أبو محمد (۳۸۳-٤٥٦ھ) المحلى ۱۶۷/۵ دار الآفاق الجديدة، بيروت، الأجزاء: ۱۱ تحقيق: لجنة إحياء التراث العربي.

۳۴۔ الشوكاني محمد بن علي بن محمد الشوكاني (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ) السيل الجرار المتدفق على حدائق الأزهار ۳۳۶/۱، دارالكتب العلمية، بيروت، ۱٤۰۵ھ، الطبعة الأولى الأجزاء: ٤، تحقيق: محمود إبراهيم زايد.

۳۵۔ المواق محمد بن يوسف العبدري أبو عبدالله (؟-۸۹۷) التاج والإكليل لمختصر خليل ۲٥٤/۲ دارالفكر، بيروت، ۱۳۹۸ھ، الطبعة الثانية، الأجزاء: ٦.

۳۶۔ *ملاحظہ ہو*: المرداوی: الانصاف للمرداوي ٥٥٦/۲ و ابن قدامه: المغني مع الشرح الكبير ٤۱۳/۲-٤۱٤.

۳۷۔ المائدة: ۳۲.

۳۸۔ *ملاحظہ ہو*: *سابقہ مصادر ومراجع*.

۳۹۔ *ملاحظہ ہو*: كاساني: بدائع الصنائع ۱۲۹/٥، تكملة البحرالرائق ۲۳۳/۸ تأليف: محمد بن عبد الحميد بن على الطوري، الأشباه والنظائر لابن نجيم ص.۸۸.

۴۰۔ *ملاحظہ ہو*: الخرشي على مختصر خليل ۱٤٥/۲.

۴۱۔ *ملاحظہ ہو*: *سابقہ مصادر ومراجع*.

۴۲۔ *ملاحظہ ہو*: الطورى تكملة البحر الرائق ۲۳۳/۸.

۴۳۔ *ملاحظہ ہو*: ابن حزم: المحلى ۱٦٦/٥.

۴۴۔ *ملاحظہ ہو*: شوكاني: السيل الجرار ۳۳٦/۱-۳۳۷.

۴۵۔ *ملاحظہ ہو*: صحيح البخاري، الرقائق،باب مايكره من قيل وقال:٦٤٧۳، وكتاب الزكاة، باب قول الله لا يسألون الناس إلحافا: ۱٤۷۷.

۴۶۔ *ملاحظہ ہو*: صحيح البخاري، العلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم، رب مبلغ ألوعي من سامع:٦۷.

۴۷۔ *ملاحظہ ہو*: شوكاني: السيل الجرار ۳۳۷/۱، المحلي ۱٦٦/٥.

۴۸۔ *ملاحظہ ہو*: الطورى تكملة البحر الرائق ۲۳۳/۸.

۴۹۔ *ملاحظہ ہو*: حاشية الدسوقي على الشرح الكبير ٤۲۹/۱، الخرشي على مختصر خليل ۱٤٥/۲.

۵۰۔ *ملاحظہ ہو*: نهاية المحتاج ۳۹/۳ المجموع شرح المهذب للنووي ۳۰۰/٥-۳۰۱.

۵۱۔ *ملاحظہ ہو*: كشاف القناع ۱٤٥/۲-۱٤٦ الانصاف للمرداوي ٥٥٤/۲.

۵۲۔ *ملاحظہ ہو*: التاج والإكليل على مختصر خليل ۲٥۳/۲-۲٥٤.

۵۳۔ *ملاحظہ ہو*: المغني مع الشرح الكبير ٤۱٤/۲.

۵۴۔ *ملاحظہ ہو*: الخرشى على مختصر خليل ۱٤٥/۲ حاشية الدسوقي ٤۲۹/۱.

٥٥ـ ملاحظہ ہو: نهاية المحتاج ٣/٣٩.

٥٦ـ ملاحظہ ہو: كشاف القناع ٢/١٤٦.

٥٧ـ ملاحظہ ہو: المجموع للنووي ٥/٣٠١.

٥٨ـ ملاحظہ ہو: نهاية المحتاج ٣/٣٩.

٥٩ـ ملاحظہ ہو: كشاف القناع ٢/١٤٦.

٦٠ـ ملاحظہ ہو: سابقہ حوالہ نیز: الإنصاف ٢/٥٥٤.

٦١ـ ملاحظہ ہو: المجموع ٥/٣٠١.

٦٢ـ ملاحظہ ہو: الإنصاف ٢/٥٥٥ كشاف القناع ٢/١٤٥–١٤٦. المغني مع الشرح الكبير ٢/٤١٤.

٦٣ـ ملاحظہ ہو: المغني مع الشرح الكبير ٢/٤٠٧–٤٠٨، كشاف القناع ٢/١٣٢، شرح منتهى الإدارات ١/٣٥٥.

———————